بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | رجب ۱۴۳۰ھ جولائی ۲۰۰۹ء | شمارہ: 7

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابوخالد شاکر

محمد اعظم

ابوجابر عبداللہ دامانوی

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

250 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اس شمارے میں

کلمۃ الحدیث حافظ ندیم ظہیر

ماہنامہ ''الحدیث'' کے پانچ سال

میڈیا کے اس دور میں ایسے رسائل و جرائد کی کمی نہیں جو مغربی کلچر کی تشہیر اور اسلامی تہذیب وتمدن کی تردید میں کوشاں ہیں۔ ایسے لٹریچر کی بھی بھرمار ہے جس میں تعلیمات محمدیہ (ﷺ) کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اپنے آقاؤں کی منشاء سے شریعتِ اسلامیہ کے خلاف ایسا گھناؤنا پروپیگنڈا کیا کہ اسے تشدد پر مبنی، غیر انسانی اور انتہا پسندی کا دین کا قرار دیا گیا ہے۔ حیرت افزا بات یہ ہے کہ اس طرح کا زہر اُگلنے والے لوگوں نے اپنے تئیں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے علمبردار ہونے کا دعویٰ بھی کر رکھا ہے۔

جس طرح کلین شیو اسکالرز اور خشخشی داڑھی والے دانشوروں نے ''دینِ اسلام'' کی ''تجدید'' کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے، اسی طرح جبوں، قبوں والے اور اصحابِ دستار بھی بدعات و خرافات اور مَن پسند شخصیات و مخصوص نظریات کے ذریعے سے ایک نئے ''دین'' کو متعارف کرانے کے لئے پُرعزم ہیں۔

الغرض! اسلام کے نام پر بہت سے گروہ سر اٹھا چکے ہیں جو لوگوں میں تحریر وتقریر کے ذریعے سے اپنی فکر عام کر رہے ہیں۔ باطل افکار کی روک تھام کے لئے اہلِ حق اپنی استطاعات کے مطابق ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے مزید تقویت پہنچائی جائے۔ اِسی سوچ کے تحت آج سے تقریباً پانچ سال قبل نامساعد حالات میں فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی زیرِ ادارت ''الحدیث'' کے نام سے ایک شمع جلائی گئی تھی، جس کی روشنی اب سورج کی کرنیں بن کر ہر سُو چمکا اور دمکا رہی ہے۔

واضح رہے کہ مجلۃ الحدیث ایک عزم، منہج، دعوت اور مشن کا نام ہے جو بڑے احسن انداز سے کامیابی کے راستے پر گامزن ہے اور اس کی کامیابی کا راز ہی یہ ہے کہ اس کی دعوت

کھری، سچی اور سُچی بلکہ قرآن (احسن الحدیث) کی آواز ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے اصحابِ امر ہیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں باہم اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر اور بہت اچھا انجام ہے۔ (النسآء:۵۹)

یہ وہ دعوت ہے جس کا اعلان چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے کیا، آپ نے فرمایا: ((**قد تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها ، لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك**)) میں تمھیں چمکتی (شریعت) پر چھوڑ رہا ہوں، اس کی رات (بھی) اس کے دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد اس سے وہی پھرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۳ وسندہ صحیح)

یہ وہی دعوت ہے جس کی تبلیغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے، کیونکہ مجھے ڈر ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے امور (احکامات) میں سے کوئی چیز چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ (صحیح بخاری: ۳۰۹۳، صحیح مسلم: ۱۷۵۹)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " **أما العالم فإن اهتدیٰ فلا تقلدوه دینكم .** " عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۱۱، وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " **لا تقلّدوا دينكم الرجال.** "
اپنے دین میں آدمیوں کی تقلید مت کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۰، وسندہ صحیح)

یہی وہ دعوت ہے جس پر ائمۂ دین بھی ہمیشہ کاربند رہے۔

امام اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کی وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔ (مناقب احمد ص ۱۸۲، وسندہ حسن)

قارئین! ہماری یہ دعوت جہاں عقل پرستوں کو منہجِ سلف صالحین سے آگاہ کر رہی ہے وہاں اکابر پرستوں کے لئے بھی مشعلِ راہ ہے۔ یہ منہج اس قدر واضح اور شفاف ہے کہ تقلید کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں تعصب زدہ مقلدین کی آنکھیں بھی چُندھیا گئی ہیں۔

اپنے ان پانچ سالوں میں قرآن، حدیث اور اجماع کی برتری کے ساتھ ساتھ اہلِ حق (اہلِ حدیث) پر اٹھنے والے اعتراضات کے بھی مسکت و دندان شکن جوابات دیئے گئے، علاوہ ازیں فقہ القرآن، فقہ الحدیث، علمی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین بھی دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔

قابلِ توجہ: اختلاف رائے ہر کسی کا حق ہے اور ممکن ہے کہ ہمارے طریقۂ کار اور منہج سے بعض لوگ اختلاف رکھتے ہوں لیکن ایسے حضرات سے عرض ہے کہ وہ اِدھر اُدھر چہ مگوئیاں، دُشنام طرازیاں اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے کے بجائے صحیح منہج پر مدلل لکھیں لیکن یہ بھی گزارش ہے کہ پہلے ہمارے موقف سے اچھی طرح آگاہی حاصل کریں۔ ''الحدیث'' کے صفحات ان کے لئے حاضر رہیں گے بلکہ کوئی اور صاحبِ قلم واہلِ علم لکھنا چاہیں تو انھیں بھی مایوس نہیں کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

ماہنامہ ''الحدیث'' کا یہ امتیاز ہے کہ جب حق بات کا علم ہو جائے یا کوئی غلطی کی نشاندہی کرے تو فوراً اصلاح اور حق کی طرف رجوع کرتے ہیں، یہی ہمارے سلف صالحین کا طرۂ امتیاز تھا۔

قارئین کرام! اگر آپ ہماری دعوت و منہج سے متفق ہیں تو پھر قرآن وسنت کے پھولوں اور کلیوں کی دل آویز خوشبو ''الحدیث'' کو عام کیجئے، ہر گھر کی زینت بنائیے، اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہماری ہر دینی کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے۔ (آمین)

و ما علينا إلا البلاغ

اضواء المصابیح

۱۹۳) وعن ابن مسعود قال : من كان مستنًّا فليستنّ بمن قد مات فإن الحي لا تُؤمن عليه الفتنة. أولئك أصحاب محمّد ﷺ كانوا أفضل هذه الأمة، أبرّها قلوبًا و أعمقها علمًا و أقلها تكلفًا، اختارهم الله لصحبة نبيه ولإقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتّبعوهم على آثارهم وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم و سيرهم فإنهم كانوا على الهدى المستقيم .رواه رزين.

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جو شخص کسی کے طریقے پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے طریقے پر عمل کرے جو فوت ہو گیا ہے کیونکہ زندہ شخص کے بارے میں فتنے سے بے خوف نہیں ہو سکتے۔ محمد ﷺ کے صحابہ اس اُمت میں سب سے افضل، نیک ترین دلوں والے، گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے، اللہ نے انھیں اپنے نبی کا ساتھی بنانے اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چن لیا لہٰذا اُن کی فضیلت کا اعتراف کرو اور ان کے آثار کی اتباع کرو اور اپنی استطاعت کے مطابق، اُن کے اخلاق اور سیرتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کیونکہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔ اسے رزین (؟) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف ہے۔ رزین والا حوالہ تو بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے لیکن اس جیسی ایک روایت کو ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم وفضلہ (۲/ ۹۷) میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قتادہ راوی بیان کئے گئے ہیں اور قتادہ کی ابن مسعود سے روایت منقطع (یعنی مردود) ہے۔ قتادہ تک سند میں بھی نظر ہے۔ اس روایت کا دوسرے صحابی سے ایک شاہد حلیۃ الاولیاء (۱/ ۳۰۵) میں ہے لیکن اُس کی سند بھی ضعیف ہے۔

۱۹۴) وعن جابر أن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما أتى رسول الله

ﷺ بنسخةٍ من التوراة فقال : يا رسول اللّٰه !هذه نسخة من التوراة فسكت، فجعل يقرأ و وجه رسول اللّٰه ﷺ يتغير . فقال أبو بكر : ثكلتك الثواكل ! ما ترى ما بوجه رسول اللّٰه ﷺ ؟ ! فنظر عمرُ إلٰى وجه رسول اللّٰه ﷺ فقال : أعوذ باللّٰه من غضب اللّٰه و غضب رسوله، رضينا باللّٰه ربًّا وبالإسلام دينًا و بمحمّدٍ نبيًّا . فقال رسول اللّٰه ﷺ :((والذي نفس محمدٍ بيده! لو بدا لكم موسى فاتبعتموه و تركتموني لضللتم عن سواء السّبيل ولو كان حيًّا و أدرك نبوّتي لا تّبعني .)) رواه الدارمي .

اور جابر (بن عبداللہ الانصاری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے تو کہا: یا رسول اللہ! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے تو آپ خاموش ہو گئے پھر وہ (عمر رضی اللہ عنہ اسے) پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو رہا تھا پھر ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: تجھے گم کرنے والیاں گم پائیں! کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھتے؟ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھا تو کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر تمھارے سامنے موسیٰ (علیہ السلام) ظاہر ہو جائیں پھر تم مجھے چھوڑ کر اُن کی اتباع کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر وہ (موسیٰ علیہ السلام) زندہ ہوتے اور میرا دورِ نبوت پاتے تو میری اتباع کرتے۔ اسے دارمی (۱/۱۱۵، ۱۱٦ ح ۴۴۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند میں مجالد بن سعید الہمدانی ضعیف عند الجمہور راوی ہے۔

اور یہ روایت اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن کے درجے تک نہیں پہنچتی۔

دیکھئے حدیث سابق: ۱۷۷

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سیدنا خضر علیہ السلام نبی تھے

سوال: کیا خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی یا فرشتہ؟ ''شریعت وطریقت'' میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے غیر نبی ہونے کو اقرب الی الحق قرار دیا ہے۔ کیا ان کا موقف صحیح ہے؟

(محمد عمران اعظم)

الجواب: سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں راجح یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ ثقہ امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا: '' **والجمهور علىٰ أن الخضر نبي ... والجمهور علىٰ أنه مات** '' اور جمہور اس پر ہیں کہ خضر نبی ہیں.... اور جمہور اس پر ہیں کہ وہ فوت ہوگئے۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۶ ص ۱۳۹، سورۃ الکہف: ۶۵)

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر ایک کتاب: '' **الزهر النضر في نبأ الخضر** '' لکھی ہے۔ دیکھئے مجموعۃ الرسائل المنیریہ (۲/۱۹۵-۲۳۴)

اس کتاب کے آخر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: '' **والذي لا يتوقف فيه الجزم بنبوته** '' اور اُس (خضر) کی نبوت کے اقرار بالجزم میں توقف نہیں کرنا چاہئے۔ (ص ۲۳۴)

خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کے کئی دلائل ہیں مثلاً:

۱: اُن کا قول ﴿ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ﴾ اور میں نے اسے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔

(سورۃ الکہف: ۸۲)

یعنی اُن پر وحی آتی تھی۔

۲: ارشادِ باری تعالیٰ کہ ہم نے اُسے (خضر کو) اپنی طرف سے رحمت اور علم عطا فرمایا تھا۔ دیکھئے سورۃ الکہف (۶۵)

۳: خضر علیہ السلام کا (نابالغ) بچے کو قتل کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ الہام کی بنیاد پر قتل جائز نہیں ہے۔

۴: خضر نے کہا: بنی اسرائیل والے موسیٰ؟ (صحیح بخاری:۴۷۲۵، صحیح مسلم:۲۳۸۰)

معلوم ہوا کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی نہیں تھے، ورنہ اس طرح نہ کہتے۔

۵: جمہور کا قول جیسا کہ بحوالہ ابوحیان رحمہ اللہ گزر چکا ہے۔

۶: حافظ ابن حزم نے کہا: ''**والخضر علیه السلام نبي قدمات**''

اور خضر علیہ السلام نبی تھے، آپ فوت ہو گئے۔ (المحلی ج ا ص ۵۰ مسئلہ:۹۰)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ابن القیم کی کتاب: المنار المنیف فی الصحیح والضعیف (ص ۶۷۔۷۶، فقرہ:۱۲۳۔۱۳۴)

فائدہ: سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے فوت ہو گئے تھے اور اب زندہ نہیں ہیں لہٰذا صحابۂ کرام میں اُن کا ذکر غلط ہے۔

نیز دیکھئے حفظ الرحمٰن سیوہاروی تقلیدی کی کتاب: قصص القرآن (ج ا ص ۴۳۳۔۴۴۰)

جناب عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''...وہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نہ نبی تھے نہ ولی، بلکہ وہ انسان بھی نہ تھے.... یہ اقرب الی الحق ہے۔''

(شریعت وطریقت ص ۱۲۴، ۱۲۵)

تحقیق مذکور میں کیلانی صاحب نے سیدنا خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کر کے انھیں فرشتہ قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک کیلانی صاحب کی یہ ''تحقیق'' دلائلِ صحیحہ اور جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط اور ابعد عن الحق ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تخت لانے والا کون تھا؟

سوال: سلیمان علیہ السلام کا تخت لانے والا فرشتہ تھا (جیسا کہ عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ کا موقف ہے) یا نیک آدمی تھا؟ اگر نیک آدمی تھا تو کیا ولی اپنے اختیار سے کسی کرامت کو ظاہر کر سکتا ہے؟ مسئلہ کرامت اولیاء کے بارے میں اہل سنت والجماعت یعنی اہل حدیث کے موقف کی وضاحت فرمائیں۔ (محمد عمران اعظم)

الجواب: صحیح سند کے ساتھ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ ملکۂ سبا کا عرش لانے والا کون تھا۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سندوں کے ساتھ مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں کوئی بھی ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

جمہور کا یہ قول ہے کہ وہ آصف بن برخیا تھے۔ دیکھئے البحر المحیط (۷/۷۲،۷۳)!!

یاد رہے کہ عرش (تخت) لانے والے کا غیر نبی ہونا کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ ﴿ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ﴾ [النمل: ۴۰] میں اُس کے نبی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

صحیح سند کے ساتھ ثابت شدہ کرامت برحق ہے لیکن یاد رہے کہ کرامت کا اظہار کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ دعا وغیرہ ہوتی ہے جسے بعض اوقات دربارِ الٰہی سے مقبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ عوام الناس میں جتنی شرکیہ، بدعیہ اور بے سروپا قسم کی کرامتیں مشہور ہیں، صحیح سند سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ کا واقعہ؟

سوال: اگر راجح قول کے مطابق نبی کریم ﷺ کا دیدار قیامت کو ہوگا تو پھر سلطان نور الدین زنگی کے واقعہ کی حقیقت آشکار کریں یا یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا میں بھی آپ ﷺ کا دیدار ممکن ہے۔ (محمد عمران اعظم)

الجواب: سلطان نور الدین محمود بن ابی سعید زنگی بن آق سُنقر الترکی السلجوقی رحمہ اللہ ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۹ھ میں اپنے بستر پر فوت ہوئے۔ دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۶۰/۱۱۸) اور تاریخ ابن الجوزی: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۱۸/۲۰۸)

آپ حنفی فقہاء میں سے متبع کتاب وسنت تھے۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے ایک عظیم الشان واقعہ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نورالدین زنگی سیدنا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ترجیح دینے والے متبعِ سنت تھے۔

دیکھئے البدایہ والنہایہ (ج ۱۴ص ۲۴۶،۲۴۷ وفیات ۵۶۹ھ)

آپ عظیم مجاہد اور عادل سلطان تھے۔ رحمہ اللہ

آپ اپنے بستر پر فوت ہوئے لیکن ہر وقت شہادت کی تمنا اور جستجو میں رہتے تھے، اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کو نور الدین الشہید کا لقب دیا۔ آپ نے مدینہ منورہ کی فصیلوں (دیواروں) کی تکمیل کا حکم دیا تھا۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء للذہبی (۵۳۲/۲۰)

آپ کے مفصل حالات کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:

المنتظم (۲۰۹/۱۸۔۲۱۰) تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۱۸/۶۰۔۱۲۳) الکامل فی التاریخ لابن الاثیر (۱۲۴/۹۔۱۲۶) تاریخ الاسلام للذہبی (۳۷۰/۳۹۔۳۸۷) سیر اعلام النبلاء (۵۳۱/۲۰۔۵۳۹) اور البدایہ والنہایہ (۲۳۹/۱۴۔۲۵۴) وغیرہ

ابن اثیر نے لکھا ہے: ''**وكان عارفاً بالفقه على مذهب أبي حنيفة ليس عنده فيه تعصب**'' اور وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر فقہ کے عالم تھے، اس میں کسی قسم کا تعصب نہیں کرتے تھے۔ (الکامل ۱۲۵/۹)

اس قسم کے حنفی علماء مقلد اور تقلید پرست نہیں ہوتے بلکہ مکتبِ فکر اور تفقہ کی نسبتوں کے باوجود متبع کتاب وسنت رہتے ہیں۔ ان کے برعکس دیوبندی اور بریلوی حضرات تقلید کی دلدل اور تعصب کے خولوں میں سرتاپا غرق ہیں۔ **ھداھم اللّٰہ تعالیٰ**

۸۴۴ ہجری میں پیدا اور ۹۱۱ھ میں فوت ہونے والے نور الدین علی بن عبداللہ بن احمد السمہودی نے علامہ جمال الدین الاسنوی (عبدالرحیم بن الحسن بن علی الشافعی / پیدائش ۷۰۴ھ وفات ۷۷۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ دو نصرانیوں (عیسائیوں) نے حجرۂ مبارکہ کے پاس کسی گھر میں کھدائی کر رکھی تھی تاکہ نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک قبر سے نکال لیں۔ نور الدین الشہید نے خواب میں دیکھا کہ نبی ﷺ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ بعد میں دونوں نصرانی پکڑے گئے اور انھیں قتل کر دیا گیا۔ نور الدین رحمہ اللہ نے حجرے کے چاروں طرف سیسے کی عظیم دیوار بنا دی۔ ملخصاً

دیکھئے وفاء الوفاء بأخبار المصطفیٰ ﷺ للسمہودی (ج ۲ص ۱۸۵۔۱۸۸)

یہ قصہ اس وجہ سے ضعیف اور غیر ثابت ہے کہ جمال الدین الاسنوی نے نورالدین الشہید کے معاصرین میں سے کسی ثقہ وصدوق گواہ تک کوئی متصل سند بیان نہیں کی اور بے سند و منقطع روایت مردود ہوتی ہے۔

نورالدین زنگی رحمہ اللہ کے حالات ابن جوزی، ابن عساکر اور دیگر علماء نے لکھے ہیں مگر کسی نے اس واقعے کا تذکرہ نہیں کیا لہٰذا وہ کون سا ذریعہ تھا جس سے اسنوی مذکور (جو زنگی رحمہ اللہ کی وفات کے ۱۳۵ سال بعد پیدا ہوئے) کو اس واقعے کا پتا چل گیا؟

سمہودی نے المجد اور مطری کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں بھی زنگی رحمہ اللہ کی وفات کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے۔

خلاصۃ التحقیق: خواب والا یہ قصہ باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اس فانی دنیا میں نبی کریم ﷺ کا دیدار ہونا کسی صحیح حدیث یا آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ اگر اس طرح دیدار ہوتا تو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کو ضرور ہوتا، مگر کسی سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں آیا۔ رہے اہلِ تصوف اور اہلِ خرافات کے دعوے تو علمی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فائدہ: سبط ابن الجوزی (یوسف بن قزغلی الواعظ) نے اس واقعے کے علاوہ ایک دوسرے خواب کا ذکر کیا ہے جس میں (بقول سبط ابن الجوزی) نبی ﷺ نے فرنگیوں (کافر انگریزوں) کے حملے کی اطلاع دی تھی۔

دیکھئے مرآۃ الزمان (۸/۱۹۹۔۲۰۰) اور سیر اعلام النبلاء (۲۰/۵۳۸)

اس واقعے کا راوی سبط ابن الجوزی بذاتِ خود سخت مجروح اور بدعتی تھا۔

حافظ ذہبی نے کہا: میں اُسے نقلِ روایت میں ثقہ نہیں سمجھتا، وہ رافضی تھا، اس نے مرآۃ الزمان نامی کتاب لکھی جس میں وہ منکر حکایتیں لاتا ہے۔

شیخ محی الدین السوسی نے کہا: جب میرے دادا کو سبط ابن الجوزی کی موت کی اطلاع ملی تو

انھوں نے فرمایا: اللہ اُس پر رحم نہ کرے، وہ رافضی تھا۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۴/۱۷۴، دوسرا نسخہ ۷/۳۰۴)

ابن قزغلی پر مزید جرح کے لئے دیکھئے اُس کی کتاب ''تذکرۃ الخواص'' اور محمد نافع تقلیدی جھنگوی کی کتاب ''حدیثِ ثقلین'' (ص ۱۷۴)

نمازِ وتر میں ہاتھ اُٹھائے بغیر قنوت پڑھنا

سوال: نماز وتر میں رکوع سے قبل ہاتھ اٹھائے بغیر قنوت پڑھنے کی کیا دلیل ہے؟

(محمد عمران اعظم)

الجواب: اس سوال کے جواب کی دو فرعیں (قسمیں) ہیں:

۱: نمازِ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کا ذکر سنن دارقطنی (۲/۳۱ ح ۱۶۴۴، وسندہ حسن) اور سنن النسائی (۱/۲۴۸ ح ۱۷۰۰) میں ہے۔

دیکھئے میری کتاب ہدیۃ المسلمین (ح ۲۸ فائدہ: ۳)

۲: قنوتِ وتر میں ہاتھ اُٹھانا کسی صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ نمازِ وتر میں رکوع سے پہلے، ہاتھ اُٹھائے بغیر قنوت پڑھنا صحیح ہے۔

فائدہ نمبر ۱: اگر کوئی شخص قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے اور دوسرے دلائل کو مدِنظر رکھ کر رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو بھی جائز ہے۔

فائدہ نمبر ۲: اگر کوئی شخص قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے اور دوسرے آثار کو مدِنظر رکھ کر قنوتِ وتر میں دعا کی طرح ہاتھ اُٹھا کر قنوت پڑھے تو بھی جائز ہے۔

یوسف النبہانی کون تھا؟

سوال: علامہ (!) نبہانی کون شخص ہے؟ اس کا عقیدہ اور مرتبہ و مقام کیا ہے، اس کا مختصر تعارف کرائیں؟ (محمد عمران اعظم)

الجواب: یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبہانی الشافعی (متوفی ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۲ء) ایک

بدعتی ''مولوی'' تھا جس نے شواہد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق ، جامع کرامات الاولیاء اور الانوار المحمدیہ وغیرہ کتابیں لکھیں۔علمائے حق میں سے علامہ ابوالمعالی محمود شکری آلوسی رحمہ اللہ (متوفی ١٣٤٢ھ) نے اس کا رد ''غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی'' کے نام سے لکھا۔

نیز دیکھئے الجواب الفائق فی الرد علیٰ مبدل الحقائق (تالیف عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جبرین ج ا ص ٩ بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

نبہانی مذکور نے کسی محمد بن عبداللہ بن علوی کے بارے میں لکھا ہے: ''آپ کی کرامتوں میں یہ ہے کہ آپ متوسلین میں سے کسی کے پاس بیٹھے تھے کہ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے پھر لوٹے تو آپ کے کپڑوں میں سے پانی ٹپک رہا تھا، ان صاحب نے اُٹھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میرے متوسلین میں سے بعض کا جہاز پھٹ گیا تھا اُنھوں نے مجھ سے مدد مانگی تو مَیں نے اُس میں اپنا کپڑا لگا دیا حتیٰ کہ اُن لوگوں نے اس پھٹن کو درست کرلیا اور جہاز جیسا تھا ویسا ہوگیا۔'' (جمال الاولیاء ترجمہ جامع کرامات الاولیاء/ اشرفعلی تھانوی ص ١٤١، ١٤٢)

یہ خود ساختہ کرامت صریحاً شرک پر مبنی ہے کیونکہ اس میں اللہ کو چھوڑ کر اُس کی مخلوق کو مافوق الاسباب مدد کے لئے پکارا گیا ہے۔

ان بدعقیدہ لوگوں کے رد کے لئے دیکھئے سورۃ النمل (آیت نمبر ٦٢)

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بدعت کے اس لکھاری نبہانی کی کسی روایت (جس میں وہ منفرد ہو) کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عقائد بدعیہ کی وجہ سے ساقط العدالت ہے۔

شیخ شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ نے یوسف بن اسماعیل النبہانی الفلسطینی کے بارے میں فرمایا: ''**وکان شاعرًا مجیدًا و أدیبًا بارعًا لکنه وثني داعیة إلی الشرك و الکفر وهو أحد کبار أئمة القبوریة .**'' وہ بہترین شاعر اور فاضل ادیب تھا لیکن بت پرست، شرک اور کفر کی طرف دعوت دینے والا تھا اور وہ قبر پرستوں کے بڑے اماموں میں سے ایک تھا۔ (جہود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبوریۃ ج ا ص ٤٣٢)

دیوبندی حضرات اور تاویلات

سوال: دیوبندی حضرات صفاتِ باری تعالیٰ میں ''صفت ید'' کے علاوہ بھی کسی صفت کے منکر یا تاویل کے قائل ہیں، بحوالہ وضاحت کریں؟ (محمد عمران اعظم)

الجواب: جی ہاں! وہ دیگر صفات کا بھی انکار یا تاویل کرتے ہیں مثلاً صفتِ استواء اور صفتِ کلام وغیرہ۔

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے صفاتِ باری تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کر کے لکھا ہے:
''اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔'' الخ (المہند علی المفند ص ۲۳۰، ۲۳۱ سوال ۱۳، ۱۴)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''....اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔
اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوئی تھی...'' (تقریر ترمذی ص ۲۰۳، ۲۰۴)

معلوم ہوا کہ متاخرینِ آلِ التقلید نے ''نصاریٰ کی مشابہت'' سے بچنے کا بہانا کر کے جہمیہ و مبتدعین کا مذہب اختیار کیا ہے اور تمام امور میں تاویل کی خراد کو چلایا ہے۔ (۳۱/ مارچ ۲۰۰۹ء)

عذابِ قبر سے نجات یا روٹی کا علم؟!

امام ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان الخزاعی (ابن شبویہ) رحمہ اللہ نے فرمایا:
''مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْقَبَرِ فَعَلَیْهِ بِالْأَثَرِ وَمَنْ أَرَادَ عِلْمَ الْخُبْزِ فَعَلَیْهِ الرَّأْيَ''
جسے قبر (میں نفع دینے) والا علم چاہئے تو وہ آثار کو لازم پکڑے اور جسے روٹی کا علم چاہئے تو وہ (کتاب وسنت کے مقابلے میں) رائے کو لازم پکڑ لے۔!

(شرف اصحاب الحدیث: ۱۴۹، وسندہ حسن)

محمد زبیر صادق آبادی

دیوبندی بنام دیوبندی

ایک دیوبندی مقلد محمد یوسف نے ایک کتاب ''غیر مقلد بنام غیر مقلد'' لکھ کر یہ تاثر پیش کیا ہے کہ اہلِ حدیث کے درمیان اختلاف ہے لہٰذا یہ حق پر نہیں۔ !

اپنی اس کتاب میں مقلد محمد یوسف نے بڑی خیانتیں کی ہیں جن کی تفصیل اور جواب کے لئے دیکھئے مولانا عبدالرؤف سندھو حفظہ اللہ کی کتاب ''احناف کی چند کتب پر ایک نظر''

میرے اس مضمون ''دیوبندی بنام دیوبندی'' لکھنے کا مقصد اُن دیوبندی مقلدین کی غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مقلدینِ دیوبند کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ اتحاد ہی اتحاد ہے۔! سبحان اللہ

دیوبندی اختلافات، تعارضات اور تناقضات کی تفصیل بے حد طویل ہے لیکن فی الحال سرِ دست تینتیس (۳۳) حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) علامہ دمیری نے اپنی کتاب ''حیاۃ الحیوان'' میں جھینگے کو سمک (مچھلی) کی ایک قسم قرار دیا ہے اور محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

''اسی بناء پر بعض علماءِ ہند اس کی حلت کے قائل ہیں، جن میں حضرت تھانویؒ بھی داخل ہیں، چنانچہ انھوں نے ''امداد الفتاویٰ'' میں اس کی اجازت دی ہے...''

(درس ترمذی ج۱ص۲۸۳)

معلوم ہوا کہ اشرفعلی تھانوی کے نزدیک جھینگا حلال ہے۔

دوسری طرف تقی عثمانی نے جھینگے کے بارے میں کہا:

''ان وجوہ کی بناء پر راجح یہی ہے کہ وہ مچھلی نہیں ہے، لہٰذا اسے کھانا درست نہیں...''

(درس ترمذی ج۱ص۲۸۴)

تنبیہ: وارث سرہندی ایم اے (اردو لغت کے ماہر) لکھتے ہیں:

''جھینگا: ایک قسم کی چھوٹی مچھلی'' (علمی اردو لغت ص ٥٦٦)

۲) اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا:

''عید کا مصافحہ میں تو کر بھی لیتا ہوں مگر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نہیں فرماتے تھے وہ فرماتے تھے کہ بدعت ہے۔''

(الکلام الحسن جلد دوم ص ١٠٥، ملفوظات حکیم الامت طبع جدید ج ٢٦ ص ٢٢٦)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

① تھانوی _____ عید کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

② گنگوہی _____ کے نزدیک عید کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔

۳) تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''کپڑے کے وہ باریک موزے جو ثخین نہ ہوں، لیکن ان کے تلے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ جنہیں فقہاء رقیق منعل کہتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہائے حنفیہ کا کچھ اختلاف رہا ہے۔ اس مسئلہ میں حضرت والد صاحبؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ ان پر مسح جائز نہیں (جس کے تفصیلی دلائل کے لئے والد صاحبؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو فتاوی دارالعلوم دیوبند میں شائع ہو چکا ہے) لیکن حضرت مدنیؒ کا رجحان جواز کی طرف تھا۔ اس مسئلہ پر زبانی گفتگو توکئی بار ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔'' الخ (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص ٨٥)

معلوم ہوا کہ تقی عثمانی کے والد ''مفتی'' محمد شفیع مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں سمجھتے تھے اور حسین احمد مدنی ٹانڈوی اسی مسح کو جائز سمجھتے تھے بلکہ بقایا عبارت سے ثابت ہے کہ وہ اس جواز پر خود عمل بھی کرتے تھے۔

ایک کے نزدیک جائز اور دوسرے کے نزدیک ناجائز!

٤) رات کی نماز اور تراویح کے بارے میں انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

''والمختار عندي أنهما واحد'' اور میرے نزدیک مختار (راجح اور قابلِ اختیار) یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نماز ہے۔ (فیض الباری ج ٢ ص ٤٢٠)

اس کے مقابلے میں جمیل احمد نذیری (دیوبندی) نے لکھا ہے:

''لیکن ہمارے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں۔''

(رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۳۳۰)

۵) بیس رکعات تراویح والی روایت کے بارے میں انور شاہ کاشمیری نے کہا:

''وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف و على ضعفه اتفاق''

اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور ان کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۱٦٦)

اس کے مقابلے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''قلت سنده حسن و تلقته الأمّة بالقبول فهو صحيح .

یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور اُمت کی عملی تائید اسے حاصل ہے اس لئے یہ صحیح ہے۔'' (تحقیق مسئلہ تراویح ص ۱۵، مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۲۲۳، تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۰٦، ۳۰۷)

٦) مغرب کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے:

''سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی اذان جب ہوتی ہے تو اس وقت دو رکعت نماز نفل پڑھنا جائز اور مباح ہے، البتہ سنت یا مستحب نہیں، اس لئے جمہور کا عمل اس پر نہیں رہا، البتہ پڑھنے والے پر نکیر نہ کیا جاوے...'' (نماز مسنون کلاں ص ۵۵٦)

اس کے مقابلے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''الغرض پہلے اباحت تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ٦۲۰) !

تنبیہ: سواتی ''جمہور کا عمل'' سے مراد آلِ دیوبند کے جمہور کا عمل ہے۔ واللہ اعلم

۷) محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ الکوفی کے بارے میں انور شاہ کشمیری نے کہا:

''**وقد جربت منه التغيير في المتون والأسانيد فهو ضعيف عندي ، كما ذهب إليه الجمهور** ''اور میں نے تجربہ کیا ہے کہ وہ متون اور اسانید میں تبدیلی کرتا تھا

لہٰذا وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)
کشمیری کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے:
''محمد بن ابی لیلیٰ ؒ پر اگرچہ بعض محدثین ؒ نے خراب حافظہ کی وجہ سے جرح کی ہے تاہم پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہیں...'' (نور الصباح ص ۱۶۴، طبع دوم ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء)
۸) رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے: ''رفع یدین منسوخ ہے۔'' (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۱۹۸)
اس کے مقابلے میں عبدالحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے:
''رکوع جاتے وقت اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور اگر کرلے تو جائز ہے۔'' (نماز مسنون کلاں ص ۳۴۹)
نذیری کے مقابلے میں انور شاہ کاشمیری نے لکھا یا لکھوایا ہے:
''ولیعلم أن الرفع متواتر اسناداً و عملاً لا یشك فیه ولم ینسخ ولا حرف منه و إنما بقي الکلام في الأفضلیة ''اور جاننا چاہئے کہ رفع یدین سند اور عمل کے لحاظ سے متواتر ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور نہ یہ منسوخ ہوا ہے اور نہ اس میں سے کوئی حرف منسوخ ہوا ہے، کلام تو صرف افضلیت میں باقی ہے۔ (نیل الفرقدین ص ۲۲)
۹) تشہد میں سلام کے وقت ہاتھ اُٹھانے سے ممانعت والی حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ اس حدیث کو رکوع والے رفع یدین کے خلاف پیش کر کے محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے کہ
''مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہٰذا ہمیں آنجناب ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔'' (نمازِ پیغمبر ص ۱۶۸)
الیاس فیصل کے مقابلے میں محمود حسن دیوبندی (اسیر مالٹا، دیوبندی شیخ الہند) نے کہا:
''باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں۔ کیونکہ وہ سلام

کے بارہ میں ہے...." (تقاریر شیخ الہند ص۶۵، الورد الشذی ص۶۳)

محمد تقی عثمانی نے کہا:

"لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے...."

(درس ترمذی ج۲ ص۳۶)

۱۰) محمد بن اسحاق بن یسار کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء**))

جب تم میت کی نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کرو۔

اس حدیث کو نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے خلاف پیش کر کے جمیل احمد نذیری نے لکھا ہے:

"چونکہ نماز جنازہ اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دعاء ہے نماز نہیں، اس لئے نماز کی طرح اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیئے..." (رسولِ اکرم ﷺ طریقۂ نماز ص۳۶۵)

نیز دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج۲ ص۵۷۷)

اور دیوبندیوں کی کتاب "حدیث اور اہلِ حدیث" (ص۸۶۱)

ان سب کے مقابلے میں محمد تقی عثمانی نے کہا ہے:

"حنفیہ کی دلیل میں عموماً ابوداؤد کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے: "**عن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إذا صليتم على الميّت فأخلصوا له الدعاء**" لیکن اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس کا مطلب اخلاص کے ساتھ دعاء کرنا ہے نہ یہ کہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔" (درس ترمذی ج۳ ص۳۰۴، ۳۰۵)

۱۱) فرض نماز مثلاً ظہر اور عصر وغیرہما کی آخری دو رکعتوں کے بارے میں محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے لکھا: "فرائض کی آخری دو رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت میں قراءت ضروری نہیں صرف تین تسبیح (**سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم یا سُبْحَانَ رَبِّيَ الاَعْلٰى**) کی مقدار قیام فرض ہے اور اس دوران سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مستحب ہے۔" (چار سو اہم مسائل ص۳۵)

اور اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے:

''اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، نماز درست ہے'' (بہشتی زیور ص۱۶۳، حصہ دوم ۱۹، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان مسئلہ نمبر۱۷)

ان دونوں کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''لیکن مسئلہ زیر بحث میں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت منقول ہے۔ کہ پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۂ فاتحہ ضروری ہے۔ اور اسی روایت کو حافظ ابن ہمامؒ نے پسند کیا اور ترجیح دی ہے (فصل الخطاب ص ۷) اور حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن ہمامؒ اور علامہ بدرالدین عینیؒ (وغیرہ) نے **ثم افعل ذلك في صلاتك كلها** کی حدیث سے پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے (فیض الباری جلد۲ ص ۳۰۰) اور نیز علامہ سندھی حنفیؒ (المتوفی ۱۱۴۰ھ) اسی حدیث سے ہر ایک رکعت میں وجوب سورۂ فاتحہ پر احتجاج کرتے ہیں (سندھی علی البخاری جلد۱ ص ۹۵) اور اسی طرح دیگر محققین علماء احناف بھی پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۂ فاتحہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔''

(احسن الکلام ج۱ ص۲۷۱، دوسرا نسخہ ج۱ ص۳۳۵)

لیکن ماسٹر امین اوکاڑوی نے ان مذکورہ دیوبندیوں کے خلاف لکھا ہے:

''ہم فاتحہ کو فرض کی تیسری، چوتھی رکعت میں سنت کہتے ہیں'' (تجلیات صفدر ج۶ ص۲۵۳)

نیز دیکھئے صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کی کتاب: نماز مسنون (ص ۲۸۷)

تنبیہ: ان دیوبندی عبارات سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کو واجب، سنت یا مستحب کہنا تقلید کا مسئلہ ہرگز نہیں بلکہ اجتہادی مسئلہ ہے اور دیوبندی علماء یہ کہنے کے باوجود کہ ہم میں اجتہاد کی اہلیت نہیں (دیکھئے الکلام المفید ص ۶۷) اجتہاد کرنے سے باز نہیں آتے۔

نیز دیکھئے احسن الکلام (ج۱ ص۱۴۱، دوسرا نسخہ ص۶۳)

۱۲) سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''محمدؒ بن اسحاق ؒ کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طور بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے انکی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے'' (احسن الکلام ج۲ص۷۰، دوسرا نسخہ ج۲ص۷۷)

سرفراز خان صفدر کے مقابلے میں محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''سیرت اور مغازی کے امام ہیں۔ جمہور علماء نے ان کی توثیق کی ہے۔''
(سیرۃ المصطفیٰ ج۱ص۷۶)

یہاں بطورِ فائدہ دو اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں:

① تبلیغی نصاب (ص۵۹۵، فضائل ذکر ص۱۱۷) اور فضائل اعمال (ص۴۸۷) میں محمد بن اسحاق کو ثقہ اور مدلس لکھا ہوا ہے۔ یاد رہے کہ قابلِ حجت اور قابلِ اعتماد راوی کو ثقہ کہتے ہیں۔

② احکام میں محمد بن اسحاق کی روایات کو دیوبندی ''علماء'' نے حجت سمجھا اور قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے درس ترمذی (ج۱ص۴۲۷، ۴۷۵) نمازِ پیغمبر (ص۱۰۵) رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز (ص۳۶۴) حدیث اور اہل حدیث (ص۶۱۷) تجلیات صفدر (ج۲ص۵۷۷)

۱۳) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد اور صحیح بخاری کے راوی امام عکرمہ کے بارے میں ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ خارجی بھی ہے ابن عباسؓ پر جھوٹ بولتا ہے۔'' (تحفہ اہلحدیث حصہ سوم ص۶۵)

جھنگوی مذکور کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تقریب التہذیب لکھا ہے: ''عکرمہؒ ثقہ تھے (ایضاً ص۲۶۸)'' (احسن الکلام ج۱ص۳۱۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ج۱ص۳۸۲ حاشیہ)

زکریا تبلیغی دیوبندی نے کہا:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؒ مشہور علماء میں سے ہیں....اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بَحْرُ الْاُمَّۃ اور حبر الأمّۃ کے القاب سے یاد کئے جانے لگے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک

عکرمہؓ ہیں۔'' (تبلیغی نصاب ص ۲۷۱، حکایات صحابہ ص ۲۷۱، گیارہواں باب حکایت نمبر ۱۵، فضائل اعمال ص ۲۷۱)

۱۴) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بحوالہ تہذیب التہذیب اور بطورِ اقرار لکھا ہے:

''ابراہیم بن سعد کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے امام ابن معینؒ ان کو ثقہ اور حجت کہتے ہیں امام عجلیؒ اور ابوحاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقات مسلمین میں تھے اور ائمہ کی ایک جماعت نے ان سے روایتیں کی ہیں...''

(باب جنت بجواب راہِ جنت ص ۲۳۸)

اس کے مقابلے میں ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''سند کا تیسرا راوی ابراہیم بن سعد ایک گویّا تھا۔تجلیات میں کاتب کی غلطی سے سعد بن ابراہیم چھپ گیا۔جس پر موصوف کو شور مچانے کا موقع مل گیا۔موصوف فرمائیں گے کہ گانے بجانے سے راوی کی عدالت مجروح ہوتی ہے یا نہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۷ ص ۲۰۱)

۱۵) امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ پر حافظہ کی خرابی والے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے سرفراز خان صفدر نے لکھا ہے:

''یہ اعتراض بھی باطل ہے'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۱۰، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۸۱)

سرفراز خان کے مقابلے میں حماد بن سلمہ مذکور کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''وہ اگرچہ ثقہ تھے، مگر آخری عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا (تقریب ص ۸۲) اور کوئی ان کا متابع موجود نہیں۔پس یہ روایت موقوفاً بھی صحیح نہیں۔''

(تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۸۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

۱۶) قرآن مجید کی آیت: ﴿و اذا قرئ القرآن﴾ الخ کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام رازی کا قول مرجوح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ اس آیت کریمہ کو کفار و مشرکین کے بارے میں نازل قرار دینا تفسیر بالرائی اور بدعت سیئہ ہے بلکہ اس آیت مقدسہ کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۶۱۹)

دوسری طرف ''حکیم الامت'' نامی کتاب کے مصنف اور اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے خلیفہ عبدالماجد دریا آبادی نے علانیہ لکھا ہے کہ ''حکم کے مخاطب ظاہر ہے کہ کفار و منکرین ہیں''
(تفسیر ماجدی جلد۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ مجلس نشریاتِ قرآن، کراچی)

نیز دیکھئے ملفوظات تھانوی: الکلام الحسن (ج۲ ص۲۱۲)

۱۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ابراہیم بن عثمان کی ایک روایت کی سند کے بارے میں جمیل احمد نذیری دیوبندی نے لکھا ہے:

''اس کے سلسلۂ سند میں بھی ایک ضعیف راوی ابراہیم بن عثمان موجود ہے۔''

(رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص۳۰۴)

جبکہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ: بڑے نیک اور دیندار شخص تھے یہ صاحبِ مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ہیں اپنے زمانہ میں واسط کے قاضی تھے، نہایت عادل تھے۔''

(تجلیات صفدر ج۳ ص۱۷۳)

۱۸) انوار خورشید (دراصل محمد نعیم الدین دیوبندی، مالک مکتبہ قاسمیہ لاہور/ بحوالہ حدیث اور اہل تقلید ج۱ ص۲۹) نے لکھا ہے:

''فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی انفراداً بھی اجتماعاً بھی۔'' (حدیث اور اہلحدیث ص۴۷۸)

اس کے مقابلے میں رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے:

''نماز کے بعد اجتماعی دعاء کا مروجہ طریقہ بالاجماع بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔ دعاء بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، الا ان یدعو احیانا لحاجة خاصة.'' (نماز کے بعد دعاء ص۱۹)

۱۹) اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے:

''شب برات کی پندرھویں اور عید کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ

ثواب ہے'' (بہشتی زیور ص۲۵۱، مطبوعہ ناشرانِ قرآن لمیٹڈ لاہور حصہ سوم ص۹ مسئلہ نمبر۱۳)
محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے۔
دیکھئے چار سو اہم مسائل ص۱۹۲

اس کے مقابلے میں کراچی میں مفتی زرولی دیوبندی نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب ''احسن المقال فی کراہیۃ ستہ شوال'' یعنی شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی ''تحقیق'' لکھی ہے۔

تنبیہ: زرولی کے جواب کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۱۵ ص۴۲ تا ۴۶

۲۰) فیض احمد ملتانی دیوبندی نے لکھا ہے:

''تیسری رکعت کیطرف اُٹھتے وقت رفع یدین: امام بخاریؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے۔ ''باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین'' دو رکعت کے بعد اُٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔ پھر اس کے تحت حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث لائے ہیں۔ جو مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی۔ (۳۱۹) اِنَّ ابنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ کَانَ ... وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج۱ ص۱۰۲، طبع اصح المطابع، ابوداؤد) حضرت ابن عمرؓ.... جب دو (۲) رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے اسکو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور مَرْفُوع بیان کیا ہے۔
نیز یہ رفع یدین (۳۲۰) حضرت ابوحُمیدؓ کی مرفوع صحیح حدیث اور (۳۲۱) حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ (ابوداود باب افتتاح الصلوٰۃ)''

(نماز مدلل ص۱۳۷، ۱۳۸)

اس کے مقابلے میں امین اوکاڑوی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مرفوع تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج۲ ص۲۶۷) وغیرہ۔
اور سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح تسلیم کرنے کے بجائے ضعیف کہا۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ص ۲۹۷)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں امین اوکاڑوی نے اعلان کیا:

''پس اصول حدیث کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ص ۲۶۴)

۲۱) اشرفعلی تھانوی نے لکھا ہے:

''مسئلہ ۱۰: سوائے خنزیر کے تمام وہ جانور جن میں دم سائل ہوخواہ ان کا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام باقاعدہ ذبح کرنے سے سب پاک ہوجاتے ہیں سوائے خون کے یعنی دمِ مسفوح کے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خارجی استعمال ان کا ہر طرح درست ہوجاتا ہے جیسے سر پر باندھنا وغیرہ ہاں کھانا درست نہیں سوائے حلال جانوروں کے اس مسئلہ سے اطبّا بہت کام لے سکتے ہیں۔'' (بہشتی زیور ص ۸۵۵، حصہ نہم ص ۱۱۷، طبی جوہر ضمیمہ ثانیہ، حیوان کا بیان)

اس کے مقابلے میں مشتاق علی شاہ دیوبندی نے اپنی کتبِ فقہ سے نقل کرکے لکھا ہے:

''صحیح یہی ہے کہ گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا...

درمختار ص ۲۴ میں ہے: لا یطهر لحمه على قول الاكثر ان كان غير ماكول هذا اصح ما يفتى به غیر ماکول مذبوح کا گوشت اکثر کے نزدیک پاک نہیں ہوتا یہ اصح ہے جس کے ساتھ فتوی دیا جاتا ہے۔'' (ترجمان احناف ص ۳۵۵، ۳۵۶، نزل الابرار پر ایک نظر ص ۱۹، ۲۰)

۲۲) مستدرک الحاکم کے مصنف امام ابوعبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری) کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ج ۱ص ۴۱۶)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

''دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے'' (تجلیات صفدر ج ۱ص ۴۱۷)

اس کے مقابلے میں تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:

''بعض حضرات نے اُن پر تشیع کا الزام لگایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں'' (درسِ ترمذی ج ۱ص ۶۴)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ وہی امام ہیں، جن کو الحاکم کہتے ہیں۔ اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہوچکی ہے

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے (تذکرہ ۳/ ۲۲۷)''

(احسن الکلام ج اص ۱۰۴، حاشیہ، دوسرا نسخہ ج اص ۱۳۴، ۱۳۵، حاشیہ)

۲۳) انوار خورشید (قلمی نام) دیوبندی نے ''طہارت کے بغیر قرآنِ پاک کو چھونا جائز نہیں'' باب باندھ کر سب سے پہلے آیت: ﴿لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ پیش کی ہے۔ دیکھئے حدیث اور اہلحدیث (ص ۲۲۹)

اس کے مقابلے میں تقی عثمانی نے کہا: '' واضح رہے کہ جمہور کے مسلک پر آیتِ قرآنی ''لا یمسه الا المطهّرون '' سے استدلال ضعیف ہے، کیونکہ وہاں ''مطھّرون'' سے مراد فرشتے ہیں، البتہ اس آیت کو تائید کے طور پر ضرور پیش کیا جا سکتا ہے'' (درسِ ترمذی ج اص ۳۹۰)

۲٤) صحیح بخاری کی ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''**يصلّي أربعًا** '' آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چار رکعتیں پڑھتے تھے..الخ

اس کے بارے میں جمیل احمد نذیری نے کہا: ''اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے..'' الخ (رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز ص ۲۹۶)

جبکہ انور شاہ کاشمیری نے کہا:

''ولا دليل فيه للحنفية فى مسألة أفضلية الأربع فإن الإنصاف خير الأوصاف وذلك لأن الأربع هذه لم تكن بسلام واحد... ''اور حنفیہ کے لئے چار کی افضلیت کے بارے میں اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ انصاف بہترین صفت ہے، یہ اس طرح کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے نہیں ہوتی تھیں۔الخ (فیض الباری ج ۲ص ۴۲۱)

۲۵) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام الدرداء رحمہا اللہ (ثقة فقيهة، توفيت ۸۱ھ) کے ایک دینی عمل والی روایت کا ذکر کر کے ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔'' (مجموعہ رسائل طبع جون ۱۹۹۳ء ج ۲ص ۹۹، سبیل الرسول پر ایک نظر)

اس اوکاڑوی اصول کے مقابلے میں ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے علانیہ لکھا ہے کہ

''قول التابعي الكبير حجة عندنا'' اور ہمارے نزدیک بڑے تابعی کا قول حجت ہے۔

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۹۱ تحت ح ۶۷۴)

۲۶) اشرفعلی تھانوی سے غیر مقلد کا لفظ استعمال کر کے اہلِ حدیث کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو تھانوی نے جواب دیا: ''نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہوگئی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔'' (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳ جواب سوال نمبر ۲۹۸)

دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۷)

۲۷) بقولِ ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی کسی ''غ'' نے کہا:

''اہل سنت اور اہل حدیث ایک شئے ہے ان کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔''

اس کا جواب دیتے ہوئے جھنگوی مذکور نے لکھا ہے: ''پیارے ان کو ایک نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان دو کے درمیان بعد المشرقین ہے۔'' (تحفۂ اہلحدیث حصہ اول ص ۵۰)

دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔ فقط'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷۰)

۲۸) امام بخاری کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''نیز امام بخاری امام شافعی کے مقلد ہیں جیسا کہ طبقات الشافعیہ اور الحطہ سے ثابت ہے...'' (جزء القراءۃ بتحریفات الاوکاڑوی ص ۱۷، تجلیات صفدر مطبوعہ جمعیۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد، جنوری ۲۰۰۰ء ج ۳ ص ۳۸)

اس کے مقابلے میں ایک دیوبندی نے کہا:

''حقیقت یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے تراجم وابواب میں جو بالغ نظری پائی جاتی ہے اس کے پیشِ نظر ان کو کسی فقہی مسلک کا پابند نہیں کیا جا سکتا، وہ کسی مسلک کے متبع نہ تھے بلکہ خود ایک مجتہد کی شان رکھتے تھے۔'' (مقدمہ فضل الباری ج ۱ ص ۶۴)

نیز دیکھئے العرف الشذی (ج ا ص ۲) ومقدمہ فیض الباری (۱/ ۵۸)

۲۹) سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نمازِ جنازہ میں یہ سنت ہے کہ تکبیر کہی جائے پھر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے...الخ

اس کے بارے میں ابو یوسف محمد ولی درویش دیو بندی نے لکھا ہے:

''اور اس سے بھی استدلال تب درست ہوگا کہ لفظ ''السنۃ'' سے سنت نبوی مراد لی جائے۔ اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس سے سنت نبوی مراد ہے۔ جیسا کہ یہ بات تفصیل سے گذر چکی تو یہ صرف صحابی کا قول رہ گیا...'' الخ (کیا نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟ ص ۱۵)

دوسری طرف محمد تقی عثمانی نے کہا:

''اور اصولِ حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۴)

۳۰) رشید احمد گنگوہی دیو بندی نے کہا:

''بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربوا ہے اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۸، تالیفاتِ رشیدیہ ص ۴۱۰)

اس کے مقابلے میں فتاویٰ دارالعلوم دیو بند میں لکھا ہوا ہے کہ

''بذریعہ منی آرڈر بھیج دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مہتمم صاحب کو لکھ دیوے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔'' (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند ج ٦ ص ۱۰۱، جواب سوال نمبر ۱۴۰)

۳۱) محمد یوسف لدھیانوی نے لکھا ہے:

''اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہوئی'' (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص ۸۴ ج ۱)

دوسری طرف اشرف علی تھانوی نے کہا:

''۱۲ ربیع الاول کو وفات کی تاریخ مقرر کرنی کسی طرح درست نہیں کیونکہ حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹ ذوالحجہ جمعہ کو ہوا اور دوشنبہ کو انتقال ہوا جو ۱۲ تاریخ کسی طرح نہیں بنتی''

(ملفوظات حکیم الامت ج۲۶ص۲۰۳)

۳۲) ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سری نمازوں میں نبی ﷺ بعض آیتیں جہراً پڑھ لیتے تھے۔اشرفعلی تھانوی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: ''اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہوجاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اسکو خبر نہیں رہتی کہ کیا کررہا ہے'' (تقریر ترمذی از تھانوی ص۷۱)
لیکن دوسری طرف فقیر اللہ دیوبندی نے کہا: ''اگرچہ ذاتی طور پر مجھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نسبت مؤلف احسن الکلام محدث العصر علامہ محمد سرفراز صفدر مدظلّہ العالی کا لطیف استدلال جوانہوں نے اپنے حسن ذوق کی بنا پر کیا ہے زیادہ پسند ہے کہ نماز کی حالت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافتِ طبع مزید لطیف ہوجاتی تھی اور آپ امور حسیّہ سے بڑھ کر امورِ معنویہ تک کو محسوس کرنے لگتے تھے '' (خاتمۃ الکلام ص۳۰۲)
سرفراز صفدر کے بقول تو نبی ﷺ کو مقتدی کا بھی علم ہوتا تھا کہ وہ نماز میں کیا کررہا ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج۱ص۲۳۰ حاشیہ، دوسرا نسخہ ص۲۸۶)
تھانوی کے نزدیک نبی ﷺ کو اپنے بارے میں خبر نہیں ہوتی تھی۔(معاذ اللہ)
جبکہ سرفراز وغیرہ کے نزدیک آپ کو نماز کی حالت میں بھی مقتدیوں کا علم ہوتا تھا۔
تنبیہ: ہمارے نزدیک تھانوی کی درج بالا عبارت صریح گستاخی ہے۔

۳۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت ﷺ رکوع سے سر اُٹھاتے تو **سمع اللّٰہ لمن حمدہ ، ربنا لك الحمد** کہتے ، یعنی تسمیع اور تحمید دونوں ذکر کہتے ، دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب امام **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** کہے تم **ربنا لك الحمد** کہو، یہاں آپ نے تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے خلاف ہے۔ہم نے دونوں میں تطبیق دی کہ دونوں ذکروں کو جمع کرنا اکیلے نمازی کے لئے ہے اور تقسیم امام اور مقتدی کے لئے ہے (اصولِ کرخی صفحہ۸۴، ۸۵) '' (تجلیات صفدر ج۶ص۳۶۱)
مفتی جمیل احمد دیوبندی نے بھی لکھا ہے: '' رکوع مکمل کرنے کے بعد **سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ**

حَمِدَهٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر امام ہو تو صرف اتنا ہی کہے اور مقتدی کہیں رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ،اور اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دونوں کہے۔'' (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۲۲)

لیکن ان دونوں دیوبندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے دیوبندیوں کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے لکھا ہے: '' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ ۔ امام اور منفرد تو حضرت ابوہریرہ رض اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر تسمیع وتحمید دونوں کہیں۔لیکن مقتدی صرف تحمید کہے...'' (نماز مدلل ص ۱۴۱)

ماسٹر امین اور مفتی جمیل دونوں کے نزدیک امام ربنا لک الحمد نہیں کہے گا لیکن فیض احمد ملتانی دیوبندی کے نزدیک امام ربنا لک الحمد بھی کہے گا۔

یہ تینتیس (**۳۳**) اختلافات مُشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ دیوبندیوں کے اندرونی اختلافات کی فہرست بہت طویل ہے مثلاً:

۱: حیاتیوں اور مماتیوں کا شدید اختلاف جس میں بعض ایک دوسرے پر فتوے بھی لگاتے ہیں۔مثلاً دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج ۷ ص ۱۶۳) خطباتِ صفدر (۱/ ۲۶۶، ۲۷۳، ۲۸۰)

۲: سماعِ موتیٰ اور عدمِ سماعِ موتیٰ کا اختلاف

۳: لاؤڈ سپیکر پر اذان اور نماز جائز ہے یا نا جائز کا اختلاف

۴: عورتوں کا تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنا یا نہ نکلنا

اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں بلکہ بہت سے دیوبندی ''علماء'' کی اپنی تحریروں کے درمیان اختلاف اور تعارض موجود ہے مثلاً:

۱: ماسٹر امین اوکاڑوی نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں کہا:

'' مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے...''

(مجموعہ رسائل مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۱ء ج ۱ ص ۲۶۵ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹)

اور دوسرے مقام پر خود اوکاڑوی مذکور نے لکھا: ''میں نے کہا سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو۔'' (مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۵۶، تحقیق مسئلہ آمین ص ۴۴)

۲: جمیل احمد نذیری نے رفع یدین کے مسئلے کی بحث میں لکھا:

''اولاً غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی کی کتاب نہیں، ان کی طرف غلط منسوب ہے۔''

(رسولِ اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۲۰)

اور اسی کتاب میں تراویح کی بحث میں نذیری نے لکھا ہے:

''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ سے بھی بیس رکعتیں ہی منقول ہیں۔ (دیکھئے غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۰، ۱۱، احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۰۸، حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۶۷) ان سب حضرات نے بیس رکعات کو ہی سنت قرار دیا ہے'' (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۳۲۰)

۳: علی محمد حقانی دیوبندی نے سندھی زبان میں جرابوں پر مسح کے مسئلے میں یزید بن ابی زیاد (راوی) پر جرح کرتے ہوئے جو لکھا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

زیلعی نے فرمایا: اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اسے ضعیف لکھا ہے الخ (نبوی نماز سندھی پہلا حصہ ص ۱۶۹)

آگے اسی کتاب میں ترک رفع یدین کے بارے میں علی محمد حقانی نے یزید بن ابی زیاد کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے جو لکھا اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

یزید بن ابی زیاد پر اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے مگر وہ ثقہ ہیں، امام مسلم نے فرمایا: وہ سچے ہیں الخ (نبوی نماز ص ۳۵۵)

۴: محمد الیاس دیوبندی نے جرابوں پر مسح کی ایک روایت پر درج ذیل جرح کی:

''اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے۔ اس نے عنعن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔'' (نمازِ پیغمبر ص ۸۵)

دوسری طرف اسی کتاب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بہت بعد میں پیدا ہونے والے اعمش کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا

ہے: ''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس تراویح پڑھا کرتے تھے۔'' (نمازِ پیغمبر ص ۲۵۵)

جن لوگوں کے اپنے درمیان اور خود اپنی تحریرات میں زبردست اختلافات ہیں، وہ اہلِ حدیث کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اہلِ حدیث کا آپس میں بڑا اختلاف ہے۔

ایک دیوبندی اسماعیل جھنگوی نے اہلِ حدیث علماء کے (بزعم خود) متضاد اقوال نقل کر کے لکھا ہے: ''ان دونوں میں سے کس کو اہلِ حدیث سمجھ کر اُس کے ساتھ ملوں اور کس کو بے ایمان کہہ کر اُس کو چھوڑ دوں'' (تحفہ اہلِ حدیث حصہ سوم ص ۲۸)

دیکھتے ہیں کہ اسماعیل جھنگوی اپنے ''علماء'' میں سے کس کو دیوبندی سمجھتا ہے اور کس کس کو بے ایمان؟

اشرفعلی تھانوی نے کہا:

''مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہہ ہے'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۱)

رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''مگر دُنیا میں صرف غیر مقلدین ہی کا فرقہ ایسا ہے جس کے افراد میں اختلاف رائے نہیں پایا جاتا، ان کے کسی بڑے نے ایک بات کہدی اور دوسرے تمام غیر مقلدین نے اسے بلا چوں و چرا تسلیم کرلیا۔'' (احسن الفتاوی ج ۱ ص ۴۰۷، ۴۰۸)

فائدہ: ایک حنفی ''فقیہ'' ابواللیث سمرقندی نے ''مختلف الروایۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن مبارک کی تحقیق سے چار بڑی جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں سمرقندی نے امام ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف و محمد بن حسن الشیبانی کے درمیان اور دوسرے اماموں کے درمیان بہت سے اختلافات کا ذکر کیا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ نے فرمایا: امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور ربنا لک الحمد نہ کہے۔ جب کہ قاضی ابویوسف اور محمد بن الحسن نے کہا: امام دونوں کہے گا۔ (دیکھئے مختلف الروایۃ ج ۱ ص ۴۷ مسئلہ نمبر ۲)

حافظ زبیر علی زئی

رزقِ حلال

رب العالمین نے اپنے پیارے رسولوں سے ہم کلام ہو کر فرمایا:

اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ (المؤمنون:۵۱)

اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے (خاص) بندوں: رسولوں علیہم الصلوٰۃ السلام کو حکم دیتا ہے کہ حلال کھائیں اور نیک اعمال کرتے رہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ رزقِ حلال عملِ صالح پر مددگار ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اس ارشاد پر اکمل ترین طریقے سے عمل کیا اور قول، عمل، دلالت اور خیر خواہی کی ہر بھلائی کو اکٹھا کر لیا۔ اللہ انھیں سب بندوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۱۰ ص ۱۲۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور صرف پاک کو ہی قبول فرماتا ہے، بے شک اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اُس نے رسولوں کو حکم دیا۔ اللہ نے فرمایا: اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو، بے شک تم جو کچھ کرتے ہو، میں اُسے خوب جانتا ہوں۔ (المؤمنون:۵۱)

اور اللہ نے فرمایا: ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ﴾ اے ایمان لانے والو! میں نے تمھیں جو رزق دیا ہے، اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ۔ (البقرہ:۱۷۲)

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، بکھرے میلے بالوں والا، اس پر گرد و غبار ہے۔ وہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اور اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے، لباس حرام ہے اور حرام پر وہ پلا ہوا ہے (اس کی غذا حرام ہے) تو اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی؟ (صحیح مسلم:۱۰۱۵، ترقیم دارالسلام:۲۳۴۶)

معلوم ہوا کہ اللہ کے دربار میں حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

جو لوگ ڈاکے ڈالتے ہیں، چوریاں اور فراڈ کرتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، امانت میں خیانت کرتے ہیں، پرایا مال مثلاً قرض واپس نہیں کرتے اور دوسروں کا مال و دولت ہڑپ کرنے کے لئے ہر طریقہ استعمال کرتے ہیں، وہ کس حالت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں گے؟ کیا کوئی ایسی طاقت ہے جو انھیں اللہ کی عدالت اور آخرت کی رسوائی سے بچالے گی؟! اہلِ سنت کے مشہور ثقہ امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے آیت مذکورہ بالا کی تشریح میں فرمایا: یعنی حلال کھاؤ جسے اللہ نے تمھارے لئے پاک قرار دیا اور حرام نہ کھاؤ۔

(تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۲۲)

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطأ امام مالک سے پرانی اور حدیث کی قدیم ترین مطبوعہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ((**وكان لا يأكل إلا من عمل يديه .**)) اور (داود علیہ السلام) صرف اپنے ہاتھ کی کمائی میں سے ہی کھاتے تھے۔ (صحیفہ ہمام بن منبہ: ۴۷، نیز دیکھئے صحیح بخاری: ۲۰۷۳)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اور چھوٹے (نابالغ غلام) کو کمائی لانے پر مجبور نہ کرو، کیونکہ جب اسے کچھ نہیں ملے گا تو وہ چوری کرے گا اور تم بھی معاف کرو جس طرح اللہ نے تمھیں معاف کر رکھا ہے اور ایسا طعام کھاؤ جو حلال ہو۔ (موطأ امام مالک ج ۲ ص ۹۸۱ ح ۱۹۰۴، وسندہ صحیح)

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**يأتي على الناس زمان لا يبالي المرء ما أخذ منه ، أمن الحلال أم من الحرام ؟**))

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو پروا نہیں ہوگی، اُس کے پاس جو کچھ آ رہا ہے، وہ حلال میں سے ہے یا حرام میں سے؟ (صحیح بخاری: ۲۰۵۹)

یعنی سب کچھ ہڑپ کرتا جائے گا اور اس کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔

بہت سے ایسے بدنصیب لوگ ہیں جو مناسب اور گزارے کا مال و دولت ہونے کے باوجود دوسرے لوگوں کے ہاتھوں پر نظریں جمائے رکھتے ہیں اور جھوٹ سچ ملا کر مبالغہ کرتے ہوئے اپنی ''مجبوریاں'' بیان کر کے زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ وصول کرتے جاتے ہیں

حالانکہ یہ لوگ سرے سے اس کے مستحق ہی نہیں ہوتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی آدمی (جنگل سے) لکڑیاں اکٹھی کر کے اپنی پیٹھ پر لے آئے، یہ اُس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی سے سوال کرے پھر وہ اُسے کچھ دے دے یا نہ دے۔ (صحیح بخاری:۲۰۷۴، صحیح مسلم:۱۰۴۲)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہترین کھانا کبھی نہیں کھایا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۲۰۷۲)

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خوش خبری ہے اُس شخص کے لئے جسے اسلام کی ہدایت نصیب کی گئی، ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اس نے اس پر قناعت کی یعنی صبر کیا۔

(سنن ترمذی:۲۳۴۹ وسندہ حسن، وصححہ الترمذی وابن حبان:۲۵۴۱ والحاکم علیٰ شرط مسلم ۱/۳۴ ووافقہ الذہبی)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: قناعت دل میں ہوتی ہے لہٰذا جس کا دل غنی ہے تو اس کے ہاتھ غنی بن جاتے ہیں، اور جس کا دل محتاج ہے تو اُس کی (ظاہری) بے نیازی اُسے فائدہ نہیں دیتی۔ جو شخص قناعت کو اختیار کرتا ہے تو وہ کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور امن و اطمینان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ الخ (روضۃ العقلاء ص ۱۵۱)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اُس کے لئے کافی ہے۔

(سورۃ الطلاق:۳)

یاد رہے کہ جس چیز کے بارے میں شبہ ہو جائے کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ تو اُس سے بھی بچنا چاہئے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۲) اور صحیح مسلم (۱۵۹۹)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر انسان کو ایمان کی نعمت نصیب فرمائے اور ہمارے ایمان میں اضافہ ہی اضافہ فرمائے، رزقِ حلال عطا فرمائے اور حرام سے بچائے۔ ہر اُس چیز سے ہمیں دور رکھے جو کتاب وسنت کے خلاف ہو یا شک وشبہ والی ہو۔ اے اللہ! ہمیں قناعت اور توکل نصیب فرما اور ہماری ساری خطائیں معاف فرما دے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی

نماز کے مسائل

۱) نماز میں تعدیلِ ارکان یعنی انتہائی سکون اور اطمینان کے ساتھ نماز کے تمام ارکان مثلاً رکوع، رکوع سے قیام، سجدہ اور سجدے سے اُٹھ کر بیٹھنا: فرض ہے۔
دیکھئے صحیح بخاری (۷۹۳) صحیح مسلم (۳۹۷) اور ہدیۃ المسلمین (ح ۳۹)
سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع وسجود ٹھیک طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو انھوں نے فرمایا: تُو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو (اس حالت میں) مر جاتا تو اُس فطرت (دینِ اسلام) پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا تھا۔
دیکھئے صحیح بخاری (ج ا ص ۱۰۹ ح ۷۹۱)

۲) نماز باجماعت ہو رہی ہو تو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے آدمی کی نماز نہیں ہوتی۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۳، وسندہ صحیح، سنن ابی داود: ٦٨٢ وسندہ صحیح، ہدیۃ المسلمین: ۳۸)
اگر کوئی شخص امام ومقتدی جب دو ہوں، پر قیاس کر کے اگلی صف سے ایک آدمی کھینچ کر ملا لے تو جائز ہے تاہم صف کے بالکل آخری کونے سے آخری آدمی کو کھینچے تا کہ قطعِ صف سے بچ جائے۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۳۸)
امام عطاء بن ابی رباح المکی رحمہ اللہ (مشہور ثقہ تابعی) نے فرمایا: اگر صف میں داخل نہ ہو سکے تو ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر (کھینچ کر) اپنے ساتھ کھڑا کر دے اور اکیلے نماز نہ پڑھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۲ ح ٦١٤٥ وسندہ صحیح)

۳) فرض نماز کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر امام اور مقتدیوں کا اجتماعی دعا مانگنا ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۲۲)
دعا میں چہرے پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے۔ امام ابونعیم وہب بن کیسان (تابعی رحمہ اللہ) نے فرمایا: میں نے ابن عمر اور ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا، وہ دونوں اپنی ہتھیلیاں اپنے چہروں

پر پھیرتے تھے۔ (الادب المفرد:۶۰۹ وسندہ حسن لذاتہ)

اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ کا ضعیف قرار دینا جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہے۔

٤) جمعہ کے دن غسل کرنا افضل اور مستحب ہے۔

دیکھئے مختصر الاحکام للطوسی (۱۰/۳ ح ۳۳۴/ ۴۶۷ وسندہ حسن) اور موطأ امام مالک (روایۃ ابن القاسم بتحقیقی: ۲۰۴، الاتحاف الباسم ص۲۹۶)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا سنت میں سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۹۶/۲ ح ۵۰۲۰ وسندہ صحیح، البزار کما فی کشف الاستار: ۶۲۷)

٥) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا وَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى**)) جس نے جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز کی) ایک رکعت پالی تو اس نے نماز پالی اور وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے۔ (سنن الدارقطنی ۱۳/۲ ح ۱۵۹۲، وسندہ حسن)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ کے دن ایک رکعت بھی نہ پائے تو وہ چار رکعتیں پڑھے گا۔

اخبار اصبہان لابی نعیم الاصبہانی (۲۰۰/۲) کی جس روایت میں آیا ہے کہ جمعہ نہ پانے والا (بھی) دو رکعتیں پڑھے گا۔ یہ روایت محمد بن نوح بن محمد الشیبانی السمسار کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مشہور ثقہ تابعی امام عامر الشعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**ومن أدرك ركعة فقد أدرك الجمعة فليصل ركعة أخرى ومن لم يدرك الركوع فليصل أربعًا**''

جس نے ایک رکعت پالی تو اُس نے جمعہ پالیا لہٰذا اُسے اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لینی چاہئے اور جس نے رکعت نہیں پائی تو اُسے چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲۹/۲ ح ۵۳۳۶ وسندہ صحیح)

حماد بن ابی سلیمان اور حکم بن عتیبہ (دو علماء) نے کہا کہ (امام کے سلام سے پہلے پہنچنے والا

جمعہ کی) دو رکعتیں پڑھے گا۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۳۱ ح ۵۳۵۵ وسندہ صحیح)
ان کے مقابلے میں امام شعبی کا قول ہی راجح اور صحیح ہے۔

۶) صحابئ صغیر سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ حق واجب ہے سوائے چار کے: زرخرید غلام، عورت، نابالغ بچہ یا مریض۔ (سنن ابی داود: ۱۰۶۷، وسندہ صحیح)
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۴ ح ۵۰۹۶ وسندہ حسن) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**لا جمعة علی المسافر**"
مسافر پر جمعہ (فرض) نہیں ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ۴/۱۹، وسندہ حسن)

۷) جمعہ کے خطبے کے دوران میں جو شخص مسجد آئے تو دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے۔
دیکھئے صحیح بخاری (۹۳۰) اور صحیح مسلم (۸۷۵)

۸) نماز تسبیح کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! اے چچا جان! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو (درج ذیل عمل کی وجہ سے) دس اچھی خصلتوں والا نہ بنادوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ ذوالجلال آپ کے پہلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، انجانے میں اور جان بوجھ کر کئے گئے تمام چھوٹے بڑے، چھپے ہوئے اور ظاہر گناہ معاف فرمادے؟ (اور وہ عمل یہ ہے) کہ آپ چار رکعات نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی ایک دوسری سورۃ پڑھیں، جب آپ اس قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام کی حالت میں ہی یہ کلمات پندرہ بار پڑھیں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ))
پھر آپ رکوع میں جائیں (اور رکوع کی تسبیحات سے فارغ ہو کر) رکوع میں ہی انھی کلمات کو دس بار دہرائیں، پھر آپ رکوع سے اُٹھ جائیں اور (**سمع اللّٰہ لمن حمدہ** وغیرہ سے فارغ ہو کر) دس بار یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ میں جائیں (اور سجدہ کی تسبیحات

اور دعائیں پڑھنے کے بعد) ان کلمات کو دس بار پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور اس جلسہ میں جو دعائیں ہوں پڑھ کر) دس بار انھی کلمات کو دہرائیں اور پھر (دوسرے) سجدے میں چلے جائیں (پہلے سجدے کی طرح) دس بار پھر یہی تسبیح پڑھیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں (اور جلسۂ استراحت میں کچھ اور پڑھے بغیر) دس بار اس تسبیح کو دہرائیں، ایک رکعت میں کل پچھتر (۷۵) تسبیحات ہوئیں اسی طرح ان چاروں رکعات میں یہ عمل دہرائیں، اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو یہ نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں اور اگر آپ ایسا نہ کر سکتے ہوں تو ہر جمعہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکتے ہوں تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھیں، یہ بھی نہ کر سکیں تو سال میں ایک بار، اگر آپ سال میں بھی ایک بار (یہ نماز ادا) نہ کر سکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں'' (سنن ابی داود ۱/۱۹۱، ح ۱۲۹۷)

اس حدیث کی سند حسن ہے، اسے ابو بکر الآجری، ابوالحسن المقدسی اور ابو داود وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے الترغیب والترہیب ۱/۴۶۸)

امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ بھی نمازِ تسبیح کے قائل تھے۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۴۸۱ وسندہ صحیح، المستدرک ۱/۳۲۰ ح ۱۱۹۷)

تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود'' دیکھیں۔

یہ نماز جماعت کے ساتھ ثابت نہیں ہے لہٰذا صلوٰۃ التسبیح انفرادی ہی پڑھنی چاہئے۔

۹) مسافتِ قصر ۹ عربی میل (۱۱ پاکستانی میل) یعنی تقریباً ۲۲ کلومیٹر ہے۔

(دیکھئے ہدیۃ المسلمین: ۳۱)

۱۰) اگر بیس دن سے کم قیام ہو تو قصر کریں اور اگر بیس دن قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھیں۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۳۲) یاد رہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔

۱۱) اگر شرعی عذر ہو مثلاً سفر، بارش اور بیماری وغیرہ تو دو نمازیں جمع کر کے (مثلاً ظہر اور عصر ۴+۴ [یا سفر میں ۲+۲] اور مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے) پڑھنا جائز ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۲، اور ہدیۃ المسلمین (۳۳)

حافظ زبیر علی زئی

مساجد میں عورتوں کی نماز

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السّلام علىٰ رسوله الأمين ، أما بعد:

مساجد میں مردوں کے پیچھے عورتوں کی نماز باجماعت کا جواز احادیثِ صحیحہ اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے، جس میں سے بعض دلائل درج ذیل ہیں:

۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا استأذنكم نساؤكم بالليل إلى المسجد فأذنوا لهن .))

اگر تمھاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انھیں اجازت دے دو۔

(صحیح بخاری: ۸٦۵، صحیح مسلم: ۴۴۲، ترقیم دارالسلام: ۹۸۸)

حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا: اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ عورت کے لئے رات کو مسجد جانا جائز ہے اور اس (کے عموم) میں ہر نماز داخل ہے الخ (التمہید ج ۲۴ ص ۲۸۱)

۲) ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب عورتیں فرض نماز کا سلام پھیرتیں تو اُٹھ کھڑی ہوتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مرد (صحابہ) بیٹھے رہتے تھے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۸٦٦)

۳) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی جاتی تھیں، اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ (صحیح بخاری: ۸٦۷، صحیح مسلم: ٦۴۵، موطأ امام مالک ۱/۵ ح ۴، روایۃ ابن القاسم: ۴۹۴)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عورتوں کا مساجد میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو، اور انھیں بغیر خوشبو کے سادہ کپڑوں میں نکلنا چاہئے۔ سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے

فرمایا: اگر آپ آج کل کی عورتوں کا حال دیکھتے تو انھیں منع کر دیتے۔

(مسند احمد ۶/۶۹، ۷۰ وسندہ حسن)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کام دیکھتے جو عورتوں نے نکال لئے ہیں تو انھیں منع کر دیتے، جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع والا حکم (جو کہ سابقہ شریعتوں میں تھا) منسوخ ہے۔ اب بنی اسرائیل کی منسوخ شریعت پر عمل نہیں بلکہ قیامت تک نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہی عمل ہوگا۔

٤) سیدنا ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنا چاہتا ہوں پھر بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتا ہوں تا کہ اُس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۸۶۸)

٥) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور لمبی نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُس کے رونے کی وجہ سے اُس کی ماں کو تکلیف ہوگی۔ (صحیح بخاری: ۷۰۹، صحیح مسلم: ۴۷۰)

٦) سیدہ زینب الثقفیہ رضی اللہ عنہا (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم عورتوں میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو تو خوشبو نہ لگائے۔ (صحیح مسلم: ۴۴۳)

٧) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تمنعوا إماء اللّٰه مساجد اللّٰه، و ليخرجن تفلات.))

عورتوں کو مسجدوں سے منع نہ کرو اور انھیں بغیر خوشبو کے سادہ کپڑوں میں جانا چاہئے۔ (مسند احمد ۲/۴۳۸ ح ۹۶۴۵ وسندہ حسن واللفظ لہ، سنن ابی داود: ۵۶۵ وصححہ ابن خزیمہ: ۱۶۷۹، وابن حبان: ۲۲۱۴)

۸) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اے عورتو! جب مرد سجدہ کریں تو تم اپنی نظروں کی حفاظت کرو۔
(صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۴، وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان: ۴۰۲ وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ۱/۱۹۱، ۱۹۲، ووافقہ الذہبی)
یعنی مردوں کے تنگ تہبندوں کی وجہ سے کہیں تمھاری نظریں اُن کی شرمگاہ پر نہ پڑ جائیں۔
۹) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مردوں سے پہلے (سجدے، رکوع سے) سر نہ اُٹھائیں۔ الخ
(صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۵، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۶ وسندہ صحیح)
نیز دیکھئے صحیح بخاری (۳۶۲، ۸۱۴، ۱۲۱۵) اور صحیح مسلم (۴۴۱)
۱۰) سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے منع نہ کرو، اور انھیں بغیر خوشبو کے سادہ لباس میں نکلنا چاہئے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۲۰۸ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۲۲۱۱ وحسنہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ۲/۳۳)

ان احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھیں کیونکہ اُن پر نماز باجماعت فرض نہیں ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عشاء کی نماز مسجد میں پڑھنے کے لئے جاتی تھیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انھیں منع نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۹۰۰)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ تو اس مسئلے میں اتنی سختی کرتے تھے کہ جب اُن کے ایک بیٹے نے کہا: ''ہم تو عورتوں کو (مسجد سے) منع کریں گے۔'' تو انھوں نے اپنے بیٹے کو شدید الفاظ کے ساتھ ڈانٹا اور اُس کی پٹائی کر دی۔ دیکھئے صحیح مسلم (۴۴۲)

ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر اُس کا شوہر جیل سے باہر آ گیا تو وہ بصرے کی ہر مسجد میں دو رکعتیں پڑھے گی۔ اس کے بارے میں حسن بصری (رحمہ اللہ) نے فرمایا: اسے اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے۔ الخ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۴۸۴ ح ۷۶۱۷ وسندہ صحیح)

یعنی اُسے تمام مسجدوں میں نہیں بلکہ صرف اپنی (محلے کی) مسجد میں نماز پڑھ کر یہ نذر پوری کر لینی چاہئے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور سب سے بُری صف پہلی صف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۸۵ ح ۷۶۲۳ وسندہ حسن)

عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کہا جاتا تھا کہ عورتوں کی بہترین صف آخری صف ہے اور سب سے بُری صف پہلی صف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۸۵ ح ۷۶۲۴ وسندہ صحیح)

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں پر جمعہ (ضروری) نہیں ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر وہ حاضر ہو کر امام کے ساتھ نماز پڑھ لیں تو یہ اُن کی طرف سے کافی (یعنی جائز) ہے۔

دیکھئے الاوسط (ج۴ ص۱۶ م۴۹۲، ۴۹۳)

عینی حنفی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ''**یباح لھن الخروج**''

عورتوں کے لئے (مسجد کی طرف نماز کے لئے) خروج مباح (جائز) ہے۔

دیکھئے عمدۃ القاری (ج۶ ص۱۵۶ تحت ح ۸۶۴)

احادیثِ صحیحہ اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ آدابِ شرعیہ اور پردے وغیرہ کا بہت التزام کریں۔ جمعہ کے دن گھروں میں بیٹھے رہنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ مسجد جا کر امام کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھیں اور خطبہ سنیں تاکہ دین کی باتیں سیکھ لیں۔

حیرت ہے اُن لوگوں پر جو عورتوں کی تبلیغی جماعتیں نکالتے ہیں اور پھر عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں تاکہ وہ لاعلم کی لاعلم رہیں اور دینی تعلیم سے دُور رہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی سے بھی دُور رکھیں گے تو پھر بے چاری عورتیں طواف اور فضائل الحرمین سے محروم رہیں گی بلکہ ارکانِ حج بھی ادا کرنے سے قاصر رہیں گی اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۸/ جون ۲۰۰۹ء)

امام فضیل بن عیاض المکی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوعلی فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر الیربوعی المکی رحمہ اللہ

اساتذہ: امام یحییٰ بن سعید الانصاری، سلیمان التیمی، سلیمان الاعمش، سفیان ثوری، جعفر بن محمد الصادق، حمید الطّویل، صفوان بن سلیم المدنی اور محمد بن عجلان وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: امام عبداللہ بن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن مہدی، عبدالرزاق بن ہمام، محمد بن ادریس الشافعی اور عبداللہ بن وہب وغیرہم رحمہم اللہ

علمی مقام: امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے پر (قابلِ اعتماد علماء کا) اجماع ہے، اُن کی بیان کردہ احادیث سنن ابن ماجہ کے علاوہ کتبِ ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی) صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں موجود ہیں۔ انھیں امام سفیان بن عیینہ، ابن سعد، عجلی، دارقطنی، ذہبی اور ابن حجر العسقلانی وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۷/۷۳ وسندہ صحیح، طبقات ابن سعد ۵/۵۰۰، تاریخ العجلی: ۱۳۵۷، العلل للدارقطنی ۴/۱۶۶، الکاشف ۲/۳۳۱، تقریب التہذیب: ۵۴۳۱)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ سمرقند میں پیدا ہوئے، ابیورد میں نشوونما اور کوفہ میں پرورش پائی، کوفہ میں حدیث لکھنا شروع کی اور پھر مکہ تشریف لے گئے اور شدید محنت، مسلسل پرہیزگاری، بکثرت خوف اور گریہ زاری کے ساتھ بیت اللہ میں عام لوگوں سے دور، تنہائی میں زندگی گزاری اور دنیا کے اسباب کی طرف مائل نہ ہوئے۔ (الثقات ۷/۳۱۵)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں الشیخ الصالح (نیک زاہد شیخ) فضیل بن عیاض نے حدیث سنائی۔ الخ (تاریخ دمشق ۵۱/۲۶۵ وسندہ حسن)

دو قصے: امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے بارے میں دو قصے مشہور ہیں:

۱: امام عبداللہ بن المبارک نے انھیں میدانِ جہاد سے ''یا عابد الحرمین'' کہہ کر خط لکھا تھا۔

(یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے مشہور واقعات کی حقیقت ص ۱۲۵۔۱۲۹)

۲: پہلے وہ ڈاکو تھے پھر بعد میں توبہ کر لی تھی۔ یہ قصہ تاریخ دمشق وغیرہ میں ضعیف سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے غیر ثابت اور مردود ہے۔ یاد رہے کہ امام فضیل زاہد صالح تھے لیکن صوفیوں والے تصوف سے اُن کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے۔

تصنیف: حافظ ابن کثیر ترجمہ وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

اختصار علوم الحدیث (قسط نمبر۱۲)

(۲۸) اٹھائیسویں قسم: طالبِ حدیث کے آداب

جس قدر ہو سکے نیت خالص اللہ تعالیٰ (کی رضامندی) کے لئے ہونی چاہئے بلکہ ایسا کرنا واجب ہے۔ دنیا کو مقصد نہیں قرار دینا چاہئے۔ ہم نے (اپنی کتاب) ''المقدمات'' میں اس سلسلے میں سخت وعیدیں اور ڈرانے والی دلیلیں ذکر کی ہیں۔

اپنے علاقے میں عالی اسانید کے سننے میں جلدی کرنی چاہئے۔ جب یہ اکٹھی کرلی جائیں تو قریبی علاقوں یا (علمی طور پر) اعلیٰ شہروں کی طرف سفر کرنا چاہئے، اسے رحلہ کہتے ہیں۔

ہم نے ''المقدمات'' میں اس کی مشروعیت (مسنونیت) ذکر کی ہے۔

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے کہا: اللہ اس امت سے اصحابِ حدیث کے رحلہ (علمی سفر) کی وجہ سے مصیبتیں ٹال دیتا ہے۔ (۱)

انھوں نے کہا: احادیث میں جن فضائل کا ذکر آیا ہے، حتی الوسع انھیں استعمال کرنا چاہئے۔

بشر بن الحارث الحافی فرماتے تھے: یا اصحاب الحدیث! حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو، ہر دوسو حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں (ان پر عمل کرو۔) (۲)

....

(۱) اسے خطیب نے الرحلہ (۱۵) اور شرف اصحاب الحدیث (ص ۵۹) میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند موضوع ہے۔ اس کا راوی محمد بن الحسن بن زیاد النقاش کذاب ہے لہٰذا اس قول کو کبھی ابراہیم بن ادہم کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ اصولِ حدیث کے ان ماہر علمائے کرام پر تعجب ہے جو اس قسم کی موضوع و مردود روایتیں بغیر جھجک کے اصولِ حدیث اور کتبِ اسماء الرجال میں لے آئے ہیں۔

(۲) الجامع للخطیب (۱۸۱، وسندہ حسن) ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی (ص ۱۱۰)

عمرو بن قیس الملائی نے کہا: اگر تمھیں نیکی کی کوئی چیز معلوم ہو تو اسی پر عمل کرو اگرچہ ایک دفعہ ہو، تو نیکی کرنے والوں میں سے ہو جائے گا۔[۱]

وکیع نے کہا: اگر تم حدیث یاد کرنا چاہتے ہو تو اس پر عمل کرو۔[۲]

انھوں (علماء نے) کہا: سماعِ حدیث میں بہت زیادہ وقت لگا کر شیخ کو تنگ نہیں کرنا چاہئے۔

زہری نے کہا: جب مجلس لمبی ہو جائے تو اس میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔[۳]

دوسرے طالب علموں کو علمی فائدے بتانے چاہئیں۔ علم کی کوئی چیز چھپانی نہیں چاہئے کیونکہ (احادیث میں) اس کی ممانعت آئی ہے۔

انھوں نے کہا: روایت لکھنے اور روایت حاصل کرنے میں کم درجے کے آدمی سے بھی ہچکچانا نہیں چاہئے۔ وکیع نے کہا: آدمی اس وقت تک بلند مرتبہ نہیں ہو سکتا جب تک بڑے، برابر اور چھوٹے لوگوں سے حدیث نہ لکھے۔[۴]

ابن الصلاح نے کہا: وہ آدمی توفیق یافتہ نہیں ہے جس نے مجرد کثرتِ روایات اور شہرت کے لئے بہت ہی زیادہ استادوں سے روایات لکھنے میں وقت ضائع کر دیا۔

انھوں نے کہا: ابو حاتم الرازی کا قول: جب لکھے تو ہر ایک سے لکھ اور جب حدیث بیان کرے تو تفتیش کر۔[۵] اس باب سے نہیں ہے۔

ابن الصلاح نے کہا: پھر طالبِ حدیث کو بغیر فہم و معرفت کے مجرد سماع اور لکھنے پر اقتصار نہیں کرنا چاہئے ورنہ اس طرح وہ اپنے آپ کو تھکانے والا تو بنے گا مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

....

(۱) حلیۃ الاولیاء ۱۰۲/۵، وسندہ ضعیف، ابو خالد الاحمر مدلس تھے اور باقی سند صحیح ہے۔

(۲) یہ حوالہ نہیں ملا ہے۔ ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع (ضعیف راوی) نے کہا: "**كنا نستعين بالحديث على حفظه بالعمل**" ہم حدیث یاد کرنے کے لئے عمل سے مدد لیتے تھے۔

(الجامع للخطیب ۲/ ۲۵۹ ح ۱۷۸۹، وسندہ صحیح)

(۳) الجامع للخطیب (۱۳۸۵) وسندہ حسن (۴) الجامع للخطیب (۱۶۵۵) اس کی سند ابراہیم بن محمد بن نقیرہ (ضعیف/ تاریخ بغداد ۶/ ۱۵۹) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۵) الجامع للخطیب (۱۶۷۰) وسندہ حسن

پھر انھوں نے مسانید اور سنن میں سے مفید کتابوں کے سماع پر زور دیا۔[۱]

(۲۹) انتیسویں قسم: عالی اور نازل سندوں کی معرفت

کیونکہ اس اُمت کی خصوصیتوں میں سے سند (کا علم) ہے۔ اس لئے کہ اس اُمت کے علاوہ کوئی اُمت بھی سند کے ساتھ اپنے نبی کی حدیثیں بیان نہیں کر سکتی لہٰذا عالی سندیں حاصل کرنا مرغوب عمل ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: عالی سند سلف صالحین کی سنت ہے۔[۲]

یحییٰ بن معین سے ان کی وفات کے وقت پوچھا گیا: آپ کی کیا خواہش ہے؟ انھوں نے فرمایا: خالی گھر اور عالی سند۔[۳]

اس لئے بہت سے محقق اماموں اور ماہر حفاظِ حدیث نے عالی سندیں تلاش کرنے کے لئے مختلف علاقوں کی طرف خوشی سے سفر کئے۔ اگرچہ بعض جاہل عبادت گزاروں نے رحلت (ان سفروں) سے منع کیا ہے جیسا کہ رامہُرمُزی نے اپنی کتاب (المحدث) الفاصل (ص ۲۱۷) میں نقل کیا ہے۔ پھر یہ کہ نازل کی بہ نسبت عالی سند خطا اور علت سے زیادہ دور ہوتی ہے۔

بعض متکلمین نے کہا: جتنی سند لمبی ہوگی، راویوں کے حالات اور جرح و تعدیل زیادہ ہوگی تو اس مشقت کی وجہ سے اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا۔[۴]

لیکن یہ فائدہ سابقہ فوائد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ واللہ علم

....

(۱) مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، منتقی ابن الجارود، سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرکِ حاکم، المختارہ، السنن الکبریٰ للبیہقی وغیرہ کتابوں کی قراءت اور سماع میں مشغول رہنا چاہئے۔

(۲) الجامع للخطیب (۱/۱۲۳ ح ۱۱۶) اس کی سند عبدالمؤمن بن احمد بن حوثرہ (مجہول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) بے اصل ہے۔ اس کی کوئی متصل سند کسی کتاب میں بھی نہیں ملی۔

(۴) دیکھئے المحدث الفاصل (ص ۲۱۶ رقم: ۱۰۶) اور الجامع للخطیب (۱/۱۱۶، قبل ح ۹۸)

اقسامِ علو میں سب سے بہترین وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہو۔
کسی حافظ امام، مصنف یا تقدمِ سماع کا عالی ہونا نسبتی امور میں سے ہے۔
[**موافقت:**] شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) نے یہاں موافقت پر بھی کلام کیا ہے۔ مثلاً (صحیح مسلم روایت کرنے والے کی سند) مسلم (بن الحجاج) کے شیخ تک پہنچ جائے۔
[**بدل:**] اپنے شیخ کے شیخ یا اس جیسے شیخ تک سند کا پہنچنا **بدل** کہلاتا ہے۔
[**مساوات:**] اگر آپ کی سندِ حدیث مصنف کے برابر ہو جائے تو اسے مساوات کہتے ہیں۔
[**مصافحہ:**] اگر آپ ایک درجہ مصنف سے نیچے اُتر آئیں تو اسے **مصافحہ** کہتے ہیں گویا کہ آپ نے ان سے مصافحہ کیا اور اُن سے حدیث سُنی۔
خطیب بغدادی وغیرہ کے کلام میں اس قسم کے فنون (علمی نکتے) بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔
حافظ ابن عساکر نے اس کے بارے میں کئی جلدیں لکھی ہیں۔ میرے نزدیک بقیہ فنون کے مقابلے میں یہ کم فائدے والی قسم ہے۔
جس نے یہ کہا کہ عالی سند وہ ہے جو صحیح ہو اگرچہ اس کے راوی زیادہ ہوں تو یہ خاص اصطلاح ہے۔ یہ آدمی اس وقت کیا کہے گا جب دو صحیح سندیں ہوں لیکن ایک سند کے راوی کم ہوں؟
یہ قول وزیر نظام الملک اور حافظ سِلَفی سے مروی ہے۔ علو (عالی) کی ضد نزول (نازل) ہے۔ یہ عالی کے مقابلے میں کم فضیلت والا ہے اِلا یہ کہ نازل سند کے راوی عالی سند سے بہتر ہوں، اگر سب ثقہ ہوں۔ جیسا کہ وکیع نے اپنے ساتھیوں (شاگردوں) سے کہا: تمھارے نزدیک **"الأعمش عن أبي وائل عن ابن مسعود"** والی سند پسندیدہ ہے یا **"سفیان (الثوري) عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود"** والی؟ انھوں نے کہا: پہلی سند، وکیع نے کہا: الاعمش عن ابی وائل تو شیخ عن شیخ ہے جبکہ سفیان عن ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعود: فقیہ عن فقیہ ہے۔ جس حدیث کو فقہاء ایک دوسرے سے بیان کریں، وہ میرے نزدیک شیوخ کی بیان کردہ روایت سے بہتر ہے۔
(المدخل للبیہقی: ۱۴۰، ۱۵۱، وسندہ صحیح وفی ہذا الکلام نظر ولعل وکیعاً رجع عن قولہ، انظر الکفایہ للخطیب ص ۳۹۹ وسندہ صحیح)

نیکی پر باہمی معاونت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ اور نیکی وتقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ و نافرمانی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ (المائدہ:۲)

☆ نیکی، بھلائی اور اچھے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

☆ خود بھی نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ گناہ اور بُرائی سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے، اور حتی الوسع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی سرانجام دینا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیکی کی دعوت دیتا ہے تو اس کا اجر (نیکی کی) پیروی کرنے والے کی طرح ہے اور نیکی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اُس کا گناہ، (بُرائی کی) پیروی کرنے والے کی طرح ہے اور (بُرائی کی) پیروی کرنے والے کا گناہ کم نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم:۲۶۷۴)

ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور ان کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر کرتا ہے، تو وہ اُس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے ملتا بھی نہیں اور اُن کی دی ہوئی تکالیف پر صبر بھی نہیں کرتا۔ (سنن الترمذی:۲۵۰۷ وھو صحیح)

☆ ظالم کے ظلم، فاسق کے فسق اور بدعتی کی بدعت میں کوئی مدد نہیں کی جائے گی بلکہ ایسے لوگوں کو بُرائی سے دُور رکھنا ہی فی الحقیقت ان کی مدد ہے۔

☆ دینِ اسلام تمام معاشرے کو خالص اسلامی اور امن کا گہوارہ بنانے کا متقاضی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُس سے ڈرا جائے۔

☆ یوم آخرت، قیامت کا ظہور اور جزا و سزا وغیرہ اُمور برحق ہیں اور ان میں کوئی شک نہیں۔

حاصل مطالعہ

[تجدد پسند حضرات کی مغرب پرستی]

ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

'' ہمارے تجدد پسند حضرات کی مغرب پرستی کا یہ عالم ہے کہ جدید تہذیب کی اقتدأ و پیروی کے لئے قرآن کی ''مرمت'' کرتے ہوئے وہ جہاں کسی اصول کو مفید مطلب پاتے ہیں اسے اختیار کر لیتے ہیں اور جہاں اُسی اصول کو خلاف مقصد پاتے ہیں ٹھکرا دیتے ہیں یہاں یہ ملاحظہ فرمائیے کہ جس اصول کی بناء پر محترم عثمانی ☆ صاحب صلوٰۃ الخوف کے حکم کو دائمی حکم مانتے ہیں اسی اصول کی روشنی میں آیت حجاب میں مذکور احکام بھی دائمی اور مستقل احکام قرار پاتے ہیں لیکن اول الذکر حکم کو وہ دائمی اور ابدی حکم سمجھتے ہیں اور مؤخر الذکر کو عارضی اور وقتی حکم۔ (جو ازواج مطہرات کی زندگی تک محدود تھا)۔

اس قسم کی متضاد سخن سازیوں کا نام رکھا جاتا ہے۔ ''قرآنی دلائل''۔ اور ان تاویلاتِ فاسدہ سے جو احکام، قرآن سے نچوڑے جاتے ہیں، انہیں کہا جاتا ہے ''قرآنی فیصلے'' اور الفاظِ قرآن سے روحِ قرآن کے خلاف جو مفہوم اس طرح نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا نام ہے ''اسلامی اجتہاد''۔ استشراقی فنکاروں ☆☆ سے داؤ پیچ سیکھ کر، آیاتِ قرآنیہ سے فری سٹائل کشتی لڑ کر جو مواد مرتب کیا جاتا ہے اسے نام دیا جاتا ہے ''فقہ القرآن'' ''معارف القرآن''، ''مفہوم القرآن''، مطالب الفرقان''، ''تسہیل بیان القرآن''، قرآن سے قرآن تک''۔ ''قرآنی قوانین''، فکر مغرب سے مرعوب ذہنوں پر جب ''طلوعِ اسلام'' ہوتا ہے تو سکہ بند کمیونزم، ''اسلامی نظامِ ربوبیت'' کے خوش آئند لیبل کے ساتھ یوں مشرف باسلام ہوتا ہے جیسے خانۂ کعبہ میں داخل ہونے پر لات وہبل ''خدا'' قرار پا گئے تھے۔

کسے خبر تھی کہ لے کے چراغِ مصطفوی جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی ''

(قرآن اور عورت ص ۱۲۰)

....

[☆ ظفر احمد عثمانی دیوبندی کا بیٹا عمر احمد عثمانی: مشہور منکرِ حدیث تھا۔

☆☆ علومِ مشرقیہ کے ماہر غیر مسلم مغربی (یورپی) مفکرین (یہودی اور عیسائی)] (از ادارہ)